انکار حدیث کیوں؟

مولانا ذوالفقار علی طاہر (کراچی)

الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ وبعد!

محدث دیار سندھ سید ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدیؒ اپنی تقاریر وخطابات میں اہمیت حدیث کو اجاگر کرتے ہوئے یہ مثال ضرور دیتے تھے کہ اگر رنگین چشمے لگا کر اشیاء دنیوی کی طرف دیکھا جائے گا تو ہر چیز اسی رنگ کی نظر آئے گی جس رنگ کا چشمہ پہنا ہوا ہوگا لیکن اگر سفید چشمہ لگا کر اشیاء دنیوی دیکھی جائیں گی تو ہر چیز اپنے حقیقی رنگ میں نظر آئے گی، بس یہی مثال حدیث نبوی علی صاحبھا الصلاۃ والسلام کی ہے کہ حدیث، قرآن مجید کیلئے سفید چشمہ کی مانند ہے یعنی اگر بذریعہ حدیث نبوی تفہیم قرآن کی سعی کی جائے گی تو قرآن مجید کے درست، اصلی وحقیقی مطلب ومفہوم سے آگاہ ہوا جا سکے گا لیکن اگر اس کے برعکس کسی باطل طریقہ سے قرآن فہمی کی کوشش کی گئی تو یھدی بہ کثیرا کا معاملہ تو شاید نہ ہو سکے۔ البتہ ''یضل بہ کثیرا'' کا اندیشہ ضرور پیدا ہو جائے گا۔

محدث دیار سندھؒ کی بیان کردہ مذکورہ مثال سے بخوبی اہمیت حدیث اجاگر ہو رہی ہے۔

بلکہ اہمیت حدیث تو قرآن مجید میں بھی مذکور ہے کہ لفظ حدیث قرآن مجید میں حدیث کیلئے بھی مستعمل ہے اور قرآن مجید کے لیے بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نزل احسن الحدیث. یعنی اللہ تعالیٰ نے بہترین حدیث (قرآن) کو نازل فرمایا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا: فبای حدیث بعدہ یومنون پس (قرآن) کے بعد اور کون سی حدیث ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے؟

دونوں آیتوں میں لفظ حدیث قرآن کیلئے مستعمل ہے جبکہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ھل اتاک حدیث موسی یعنی کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی حدیث (بات، واقعہ) آیا ہے؟ اس آیت میں لفظ حدیث موسیٰ علیہ السلام کی بات کیلئے مستعمل ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا: واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا یعنی جب نبی ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے (کسی) ایک کو مخفی انداز سے (کوئی) بات بتائی۔

اس آیت میں لفظ حدیث، نبی اکرم ﷺ کی بات کیلئے مستعمل ہے۔

قرآن مجید میں لفظ حدیث کا قرآن وحدیث، دونوں کیلئے استعمال ہونا، اہمیت حدیث کو اجاگر کرنے کے لیے کافی وشافی ہے۔ ...

یہاں ضمناً ہم یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ جب لفظ حدیث، قرآن وحدیث دونوں پر بولا جاتا ہے تو لقب اہل حدیث کا مطلب ہوا قرآن وحدیث والے، لہٰذا اس لقب میں اہل لقب کیلئے بڑی سعادت وخوش نصیبی ہے۔

ایں سعادت بزور بازوے نیست ۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حدیث کی شان کے اعلیٰ وارفع ہونے کیلئے اتنی سی بات حرف اخیر نہیں کہ قرآن کا تعارف اور اس کی پہچان کرانے والی حدیث ہی ہے۔ اگر حدیث کا انکار کر دیا جائے تو پھر قرآن کے متعلق کون بتائے گا کہ یہ قرآن ہے۔

قرآن وحدیث دونوں ہی وحی ہیں اور دونوں میں انسانوں کیلئے ایک جیسی تاثیر موجود ہے، عہد نبوی وغیرہ میں لوگ جہاں قرآن پاک سن کر مسلمان ہوئے وہاں حدیث سن کر بھی مسلمان ہوئے، تاثیر حدیث کی بناء پر مسلمان ہوجانے کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

محدث دیار سندھ سید ابو محمد بدیع شاہ راشدیؒ، بدیع التفاسیر میں صحیح مسلم ج 1 ص 285 مع النووی کے حوالہ سے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت لائے ہیں کہ قبیلہ ازد کا ضماد نامی شخص دم جھاڑ کے حوالے سے بڑا مشہور تھا وہ جب مکہ آیا تو مشرکین مکہ نے اسے کہا کہ محمد دیوانے ہوگئے ہیں (نعوذ باللہ) تو ضماد کہنے لگا میں ان (محمد ﷺ) پر دم کرتا ہوں، اللہ چاہے گا تو انہیں میرے ہاتھوں شفا دیدے گا، وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور اپنی خواہش کا اظہار کیا، رسول اللہ ﷺ نے اپنا معمول والا خطبہ پڑھا۔

ان الحمدللہ نحمدہ...... الخ (ضماد ان کلمات کی فصاحت، بلاغت، اعجاز کا ادراک کر کے ششدر رہ گیا) اور اس نے مطالبہ کیا کہ یہ کلمات دوبارہ پڑھیے، سہ بار پڑھیے۔ تین مرتبہ سننے کے بعد گویا ہوا، "**لقد سمعت قول الکھنۃ وقول السحرۃ وقول الشعراء فما سمعت مثل کلماتک ھولاء ولقد بلغن ناعوس البحر**"۔ یعنی میں نے نجومیوں، کاہنوں اور شعراء کے کلمات سنے ہیں لیکن اس کلام کے مثل کسی کا کلام نہیں، آپ کے اس کلام نے تو مجھے سمندر کے بیچ پہنچادیا ہے۔ **ھات یدک ابایعک**

علی الاسلام یعنی آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔لہٰذا وہ مسلمان ہو گئے۔

قارئین! ضماد رضی اللہ تعالیٰ نہ جو خطبہ سن کر مسلمان ہوئے وہ حدیث میں مذکور ہے نہ کہ قرآن میں۔ معلوم ہوا قرآن کی طرح حدیث میں بھی تاثیر موجود ہے جس سے متاثر ہو کر لوگ اسلام قبول کرتے رہے۔

نماز میں جس طرح قرآن پڑھا جاتا ہے اسی طرح حدیث بھی پڑھی جاتی ہے، مثلاً نماز کا آغاز اللہ اکبر سے ہوتا ہے اور اختتام **السلام علیکم ورحمة الله** سے جبکہ درمیان میں **اللھم باعدبینی...... سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ، سمع الله لمن حمده. ربنا لک الحمد. رب اغفرلی...... التحیات لله...... اللھم صل علی محمد...... اللھم انی ظلمت نفسی......** وغیرہ ادعیہ واذکار پڑھے جاتے ہیں۔اور یہ سب حدیث میں ہیں۔

محدثین کرامؒ نے جہاں احادیث جمع کیں اور کتابی صورت میں ہزاروں احادیث امت کے پیش نظر کیں وہاں انہی محدثین کرامؒ نے ان دھوکہ باز، جھوٹے، دجال اور فریبی راویوں کی پہچان بھی کرائی جنہوں نے حدیث رسول ﷺ میں جھوٹ بولنے کی جرات کی، اسماء رجال کی کتب اس پر شاہد عدل ہیں، ان محدثین کرامؒ نے جہاں طویل مسافتیں طے کر کے احادیث جمع کی۔ وہاں انہوں نے کذاب اور ضعیف راویوں کی نشاندہی بھی کی اور فقہ الحدیث کے لیے مسائل کا استنباط و استخراج کیا جو ان محدثین کی جلالت علمی اور عظیم الشان فقاہت کی زبردست دلیل ہے۔ **جزاھم الله احسن الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین.**

ان لوگوں کو اللہ کا خوف کرنا چاہیے جن کا یہ نظریہ ہے کہ حدیث کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ یہ جھوٹ کس نے باندھا؟ ہم صحیح بخاری کی ایک سند پیش کر کے قارئین سے ایک سوال کرتے ہیں۔ سند کچھ اس طرح ہے:

سیدنا امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ **حدثنا مکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة بن اکوع قال رسول الله ﷺ......** یعنی امام بخاریؒ کو مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی اور انہیں سلمہ بن اکوعؓ نے حدیث بیان کی۔

اب بتایا جائے کہ ان راویان میں سے کس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کیا؟؟؟ حاشا وکلا کسی نے بھی نہیں۔

ان میں تین جلیل القدر محدث ہیں اور ایک رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔

قارئین ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ ایک عام سادہ سا مسلمان اللہ کے نبی ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی جرات کرسکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر یقیناً امام بخاری، مکی بن ابراہیم، یزید بن ابی عبید، سلمہ بن اکوع کے متعلق بھی ایسا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے، جو تقویٰ، پرہیز گاری، ورع، خشیت، خدا خوفی میں اس دور کے انسانوں سے یقیناً بلند درجہ پر تھے۔ **فافهم**.

بلکہ یہ محدثین کرامؒ حدیث کے معاملے میں اس قدر امین تھے کہ انہوں نے حدیث میں کذب بیانی سے کام لینے والے اپنے عزیزوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ اوران پر حکم عائد کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہیں کی مثلاً امام ابن مدینیؒ نے اپنے والد عبداللہ پر ضعیف اور نا قابل اعتبار راوی ہونے کا حکم لگایا (کتاب الضعفاء للعقیلی) امام ابوداؤد سجستانیؒ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کذاب قرار دیا (تذکرہ الذھبی 20/1) زین بن انیسہؒ نے اپنے بھائی یحییٰ کو (نا قابل اعتبار ہونے کے سبب) احادیث بیان کرنے سے روک دیا۔ (مقدمہ مسلم: 20/1)

امانتداری کی یہ عظیم الشان مثال، اسلام کے علاوہ کہیں اور پیش کی جاسکتی ہے؟

خلاصہ کلام یہ کہ جب حدیث رسول (ﷺ) فہم قرآن کا ٹھوس اور مضبوط ذریعہ ہے، جب قرآن مجید میں لفظ حدیث، قرآن وحدیث دونوں کیلئے مستعمل ہے، جب حدیث، قرآن کیلئے متعارف ہے، جب دین اسلام قبول کرنے کے حوالے سے قرآن وحدیث دونوں میں ایک جیسی تاثیر موجود ہے، جب نماز میں قرآن کی طرح حدیث بھی پڑھی جاتی ہے، جب قرآن کے الفاظ ومعانی میں کمی بیشی کرنے والے اس گھناؤنے فعل میں کامیاب نہیں ہوسکے بلکہ ظاہر کردیئے گئے بالکل اسی طرح حدیث کے الفاظ ومعانی میں بھی کمی بیشی کرنے والے ظاہر کردیئے گئے، جب قرآن کے الفاظ ومعانی میں ردوبدل کرنے والوں کے ساتھ کسی بھی قسم کی رعایت نہیں برتی گئی بلکہ ان کا پول ظاہر کردیا گیا بالکل اسی طرح حدیث کے الفاظ ومعانی میں بھی ردوبدل کرنے والوں کے ساتھ کسی قسم کی رورعایت نہیں برتی گئی بلکہ ان کا بھی پول کھول دیا گیا۔

تو پھر قرآن کو تسلیم کرنے کا دعویٰ اور حدیث کا انکار، آخر کس بناء پر؟؟؟

(بشکریہ "ماہنامہ دعوت اہل حدیث کراچی")